ملفوظات ومنقولات حضرت علی علیہ السلام
عرفان وتصوف اسلامی کا عظیم سرمایہ

پروفیسر عراق رضا زیدی

ملفوظات، ملفوظ کی جمع ہے۔ فیروز اللغات میں اسکے معنی ''اولیاء اللہ کا کلام' بزرگوں کا کلام' وہ کتاب جس میں کسی بزرگ کی کیفیت اسی کی اپنی زبانی لکھی گئی ہو'' دیئے گئے ہیں۔ فارسی ادب میں یہ ایک مستقل صنف نثر ہے۔ جس کے تحت انیس الارواح ، دلیل العارفین، فوائد السّالکین ، اسرار الاولیاء، راحت القلوب ، فوائد الفوائد ، افضل الفوائد، سیر الاولیاء، خیر المجالس، مفتاح العاشقین ، سیر العارفین ، اخبار الاخیار اور مقابیس المجالس وغیرہ کے نام آتے ہیں ۔ ان میں کچھ ملفوظات کو جعلی بھی کہا جاتا ہے ۔ اس کے باوجود وہ ملفوظی ادب کا حصّہ ہیں اور فارسی ادب میں ان کے اسلوب ، دلکش انداز بیان اور اخلاقی حکایات کی بناپر ایک اہم سرمایہ کی صورت میں دیکھا جاتا ہے۔ ہر صنف سخن یا صنف نثر پر قلم اٹھانے کے لئے اس کے مأخذ اور آغاز کا ذکر ضرور کیا جاتا ہے ،مثلا غزل کے لئے کہاجاتا ہے کہ یہ عربی قصیدے کی تشبیب سے ماخوذ ہے اور قصیدے کے تشبیبی یا تمہیدی جز کو الگ کرکے صنف غزل کی شکل میں اپنایا گیا، جو آج تک اصناف سخن میں ہر صنف سے زیادہ مقبول ومعروف صنف ہے۔ غزل کی طرح اکثر اصناف سخن ونثر، فارسی زبان میں عربی زبان سے ہی ودیعت ہوئی ہیں۔ افسوس کہ آج تک کسی دانشور نے صنف ملفوظ کے ارتقاء وبنیاد کی طرف قلم کو جنبش دینے کی کوشش نہیں کی۔ جب کہ صرف یہی تنہا وہ صنف نثر ہے، جس کا آغاز کلام خدا سے ہوتا ہے۔ اللہ کے کلام میں چار مشہور کتابوں ''توریت'' انجیل ، زبور اور قرآن شریف'' کے ساتھ ساتھ سیکڑوں صحیفوں کا بھی پتہ چلتا ہے، جو اپنے اپنے وقت کے رسولوں پر نازل کیے گئے ہیں۔ جس کی گواہی قرآن میں جگہ جگہ موجود ہے۔ عیدین میں قرائت کی جانے والی سورۂ 'اعلیٰ کا اختتام بھی اسی شہادت پر ہے۔

"ان هذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراهیم وموسیٰ[۲]۔ "بیشک یہی مضمون پہلی کتابوں میں بھی ہے۔ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی کتابوں میں سورہ ''النساء'' کی ۱۶۳ ویں آیت

میں اس مضمون کو اور بھی وسعت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

''انّا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح والنّبیین من بعدہٗ۔ واوحینا الیٰ ابراھیم واسمٰعیل ویعقوب والاسباط وعیسیٰ وایّوب ویونس وھارون وسلیمٰن۔ واتینا داوٗد زبورا۔[۳]

ترجمہ: (اے رسولؐ) ہم نے تمہارے پاس بھی تو اسی طرح وحی بھیجی ہے، جس طرح نوحؑ اور ان کے بعد والے پیغمبروں پر بھیجی تھی اور ابراہیمؑ و اسحقؑ ویعقوبؑ، اولاد یعقوبؑ اور عیسیٰؑ وایوبؑ ویونسؑ وہارونؑ وسلیمانؑ کے پاس وحی بھیجی تھی۔ اور ہم نے داؤدؑ کو زبور عطا کی۔''

وحی بھیجنے کا مطلب ہے کہ پہلے اللہ نے حضرت جبرئیل سے کچھ کہا، وہی کلام بعینہٖ حضرت جبرئیلؑ نے مندرجہ بالا رسولوں تک پہنچایا، جسے رسولوں نے لکھ لیا، یا اپنے صحابیوں کو سنایا تو انہوں نے اللہ کے کلام کو یا حفظ کرلیا یا لکھ لیا، جنہیں صحیفہ کہا گیا۔ ان ملفوظات کو ایک نام آسمانی کتاب'' یا ''صحیفے'' کا دے دیا گیا، گویا یہ'' حمد'' کی طرح قصیدہ ہو کر بھی قصیدہ نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ کا ملفوظی کلام ملفوظ نہ کہلا کر ''صحیفہ'' کہلایا۔ اور یہی مقدس نام اس کلام کے لئے زیادہ موزوں ہے۔اللہ کے کلام یا ملفوظات کے بعد نبیوںؑ، پیغمبروںؑ یا رسولوںؑ کا کلام ہے جو ملفوظات کی شکل میں ادب کا حصہ بنا۔ اس ذیل میں ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا گراں مایہ سرمایہ ہے، جو اصول کافی اور صحاح ستہ وغیرہ جیسی متبرّک کتابوں میں موجود ہے۔ یہ وہ ملفوظات ہیں، جو رسول خداؐ کی زبان مبارک سے نکل کر اہل بیت اطہارؑ اور اصحاب کرام کے دلوں کو گرماتے ہوئے سینہ بہ سینہ منزلیں طے کرکے احادیث کی کتابوں کی شکل اختیار کر گئے۔ انہیں بھی ملفوظ نہ کہہ کر احادیث کا نام دے دیا گیا۔ جو اپنی افادیت کے اعتبار سے بالکل درست نام ہے۔ ملفوظاتی ادب کی تیسری منزل ''نہج البلاغہ'' ہے، جس میں حضرت علیؑ کے ملفوظات درج ہیں۔ یہ ان خطبات کا مجموعہ ہیں، جو اکثر حضرت علیؑ نے صحابہ کرام کے درمیان ارشاد فرمائے تھے۔ گوکہ اس میں کچھ خطوط اور فرمان بھی درج ہیں، لیکن زیادہ حصہ ملفوظاتی ادب کا اساسہ ہی ہیں۔ لہٰذا کلام خدا اور احادیث رسول خداؐ کے بعد'' نہج البلاغہ'' ہی وہ کتاب ہے، جسے ملفوظاتی ادب کا سنگ میل یا بنیادی اساسہ کہا جانا چاہئے۔

حضرت علیؑ کی ذات ان تمام سلسلوں کا سر چشمہ ہے، جنہیں ملفوظ کے معنی میں جگہ دی گئی

ہے۔'' اولیاء اللہ کا کلام'' خصوصاً فارسی ملفوظاتی ادب چشتیہ سلسلے کے بزرگوں کا ادب ہے اور چشتیہ سلسلہ کے پیرو کھلے عام اپنے سلسلے کو حضرت علیؑ پر ہی منتہی مانتے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا پڑے گا کہ ملفوظی صنف نثر بھی دوسری اصناف کی طرح فارسی ادب میں عربی زبان سے داخل ہوئی ہے، جس کی ابتداء حضرت علیؑ کے ملفوظات سے ہوئی۔ جسے اہل تصوّف اور اہل عرفان نے فارسی ادب کے آسمان پر روشن کیا ہے۔

عرفان کے ظاہراً لغوی معنی'' اعتقاد بہ یافتن راز ہای آفرینش وحقیقت ہستی از راہ کشف شہود تلاشہای ذہنی'' ہے یعنی پہچاننا خدا کا اور کشف، مشاہدے اور ذہنی تلاش سے راہ حقیقت پر گامزن ہونا اور تصوّف و آموزہ ای عرفانی دربارہ رابطہ انسان وخدا و راہ شناختن خدا' ہے اور اردو لغت میں نام ہے اس علم کا جو صوفی لوگ پڑھتے ہیں یعنی علم فقیری۔ لیکن یہ الفاظ ظاہر سے زیادہ باطن آشنا ہیں۔ اسی لئے ان دونوں الفاظ کی شرح میں عربی ادب میں عموماً اور فارسی ادب میں خصوصاً اہتمام کیا گیا ہے۔ فارسی ادب کی تو تمام مشہور کتابیں تصوّف وعرفان کی تشریح نظر آتی ہیں۔ اب اردو زبان میں بھی اس موضوع پر کافی مواد مہیا کیا جاچکا ہے۔ صوفیاے کرام نے بھی صوفی، عرفان اور تصوف جیسے الفاظ کی جدا گانہ تعریفیں اور تشریحیں کی ہیں۔ ان میں معروف کرخی، ابوالحسن نوری، جنید بغدادی، حصری، جریری، عمر وبن عثمان ، ابوعبداللہ، ابوعلی قزوینی ، زکریا انصاری، عبدالواحد بن زید، ذوالنون مصری اور علی بن عثمان ہجویری وغیرہ کے اقوال ونام قابل ذکر ہیں۔ اگر ان بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں تصوّف کی منزلیں یا ستون مقرر کیے جائیں، تو ان میں اللہ کا ذکر، ایثار وقناعت ، ترک دنیا، توکّل وتحمّل ، زہدوتقویٰ ، صبر ورضا، عبادت وریاضت ، عفو ودرگزر، عجز وانکسار ، فقر وفاقہ اور نفسانی خواہشات سے بغاوت وغیرہ سرفہرست ہیں،۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی کے قول کی روشنی میں علم تصوف پر پہلی کتاب لکھنے والے جنید بغدادی ہیں۔

مندرجہ بالا تمام صفات واوصاف رسول خداؐ کی سیرت سے مشتق اور حضرت علیؑ کے کردار کا آئینہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تصوّف وعرفان کے تمام سلسلے، سوائے نقشبندیہ سلسلے کے، حسن بصری، امام علی رضاؑ، امام موسیٰ کاظمؑ ، امام جعفر صادقؑ ، امام محمد باقرؑ ، امام زین العابدینؑ ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے واسطوں سے آپ ہی پر منتہی ہوتے ہیں۔ حضرت حسن بصری کے علاوہ مندرجہ بالا سبھی نام فہرست اہل بیتؑ اور بارہ اماموں میں شامل ہیں۔

حضرت حسن بصری حضرت علیؑ کی مجلسوں میں اکثر شریک نظر آتے ہیں، یہاں تک کہ اگر انہیں معلوم ہوجاتا تھا کہ آج مولا علیؑ خطاب فرمانے والے ہیں، تو وہ قلم ودوات لے کر اس جگہ پہنچ جاتے۔ بقول صاحب دائرہ معارف علوی:

'حسن بصری در بصرہ کنار جمعیت انبوہ مسجد با قلم دوات مشغول بود، امیر المؤمنین از بالای منبر او را صدا زد کہ ای حسن! چہ کار می کنی؟ گفت: کلام شما را می نویسم کہ بعد روایت کنم![۵]

ترجمہ: حسن بصری، مسجد بصرہ میں ایک مجمع میں قلم دوات لیے بیٹھے لکھ رہے تھے کہ حضرت علیؑ نے منبر سے آواز دی: اے حسن! کیا کررہے ہو؟ حسن نے کہا' آپ کا کلام قلمبند کررہاہوں کہ روایت (نشر) کروں۔

حضرت علیؑ کے اقوال وافکار زرّیں کے فوائد واثرات تحریری وخبری دونوں طرح سے ہم تک پہنچتے ہیں۔تحریری شکل میں وہ خطوط ہیں جو آپ نے اپنے حریفوں، دشمنوں، دوستوں اوردورِ خلافت ظاہرہ میں اپنے عمّالوں کے نام لکھے ہیں۔ یہ وہ تحریریں ہیں جو بقلم حضرت علیؑ ہم تک پہنچتی ہیں۔ دوسری وہ تحریریں اور دعائیں ہیں جو اکثر صحابہ کرام اور تابعین نے دوران خطابت ومناجات تحریر کی تھیں جیسا کہ ایک واقعہ حسن بصری کا قلمبند کیا جاچکا ہے۔خلیل نے اپنی کتاب میں ایسے کئی واقعات نقل کئے ہیں۔اسی ذیل میں ایک واقعہ مالک اشتر کا بھی تحریر کیا جاتا ہے۔

'مالک اشتر بہ حارث اعور ہمدانی خود فقیہ واز صاحبان اسرار علیؑ است ، روزی کہ غائب ازاستماع خطبہ جمعہ امام بود؟

نوشتہ آن رامی داد کہ من آن را نوشتہ ام[۶]

ترجمہ: ایک مرتبہ حارث (جوفقیہ تھے) خطبہ جمعہ میں حاضر نہ تھے تو مالک اشتر نے حضرت سے سن کرلکھا ہوا خطبہ حارث کو دیا کہ لیجیے یہ میں نے لکھا ہے۔

اسی طرح دعائیں اور مناجات بھی سینہ بہ سینہ ہوتی ہوئی تحریری شکل میں آتی چلی گئیں ۔ ان میں دعای مشلول ، دعای کمیل ، دعای یستشیر اور دعای حضرت علیؑ وغیرہ اپنی مثال آپ ہیں۔حضرت علیؑ کے خطوط وخطبات کو جمع کرنے کا کام سید رضی علیہ الرحمہ نے خاصی تلاش وجستجو اور تحقیق کے بعد بہ حسن وخوبی انجام دیا ہے، گو یا آپ کی ولادت حضرت علیؑ کی شہادت کے ۳۱۹ سال بعد ہوئی ہے۔ ان تین سو سال سے زائد کے عرصہ میں بھی یکے بعد دیگر ے ایک طویل سلسلہ ہے جو ان تمام

اقوال، تحریروں اور خطبوں کا مؤلف ومرتب تک پہنچتا ہے۔

ان میں پہلی صدی ہجری میں حارث اعور، مالک اشتر زید بن وہب جہنی اور عبداللہ بن رافع ہیں دوسری صدی ہجری میں نصر بن عمد مزاحم، اسمٰعیل بن مہران مسکونی، ابو منذر ہشام بن محمد کلبی اور ابومخنف لوط بن یحی کے نام ملتے ہیں، تو تیسری صدی ہجری میں محمد بن عمر قدسی، ابواسحٰق ابراہیم، ابو الحسن مدائنی، ابراہیم بن ظہیر فرازی ابومحمد اور عبداللہ بن احمد بن عامر کے محترم نام شامل ہیں، جن میں آخری نام کا اپنا ایک الگ معتبر سلسلہ ہے جو براہ راست مولا علی تک پہنچتا ہے۔ چوتھی صدی ہجری جو خود سید رضی علیہ الرحمہ کی صدی ہے، اس میں ابو القاسم محمد عظیم بن عبداللہ مدائنی، عبدالعزیز بن یحیٰ، ابو الخیر درازی، ابراہیم بن سلیمان نہشمی، عبداللہ بن ابی زید انباری، قاضی بن سلا مؤلف، ''دستور معالم الحکم'' اور علی بن محمد بن عبداللہ مدائینی کے نام قابل ذکر ہیں۔ اسی زمانے میں مسعودی متوفی ۳۴۶ھ نے تحریر کیا ہے۔

والّذی حفظ النّاس عنه من خطبة فی سائر مقاماته اربعماة خطبة ونیف وثمانون خطبة یوردها علی البهدیة وتداول النّاس ذالک عنه قولاً وعملاً۔[۷]

ترجمہ: ان میں سے جو خطبے لوگوں کو یاد رہ گئے، وہ چار سو اسی سے کچھ زیادہ ہیں، جنہیں حضرت علیؑ بدیہی اور ارتجالی طور پر دیتے تھے، یہ خطبے لوگوں میں قول وعمل کے طور پر رائج ہیں۔

تذکروں میں یہ بھی ملتا ہے کہ اکثر اصحاب کلام خدا اور احادیث رسولؐ کی طرز پر زبان وبیان پر تسلط وقدرت حاصل کرنے کے لئے بھی حضرت علیؑ کے خطبوں اور ارشادات کو یاد کرلیا کرتے تھے۔ چنانچہ عربی ادب کا ایک بڑا ادیب'' عبدالحمید بن یحیٰ، متوفی ۱۳۲ھ، کہا کرتا تھا:

"حفظت سبعین خطبة من خطب الاصلع ففا ضت ثمه فاضت"۔[۸]

ترجمہ:'' میں نے امیر المؤمنین کے ستر خطبے یاد کئے کہ ادب میں روانی آئی اورخوب آئی'' اور اسی کتاب میں ابن نباتہ، متوفی ۳۷۴ھ، کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے:

" حفظت من الخطابةلکنزا لایریده الانفاق الاسعة وکثرة، حفظت مأة فصل من مواعظ علی بن ابی طالبؑ۔"[۹]

ترجمہ: میں نے تقریروں کا وہ خزانہ حفظ کیا ہے کہ جس کا استعمال اس میں اضافہ ہی کررہا ہے، اور وہ خزانہ، علیؑ کے سو یاد کردہ خطبے ہیں۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ سید رضی کے دور تک برابر نہج البلاغہ میں درج خطوط، خطبے اور ارشادات اکثر لوگ زبانی یاد کرکے بھی دوسروں تک پہنچاتے تھے اور تحریری طور پر بھی ایک دوسرے کو ودیعت کرتے تھے۔

کیونکہ تصوّف وعرفان کے زیادہ تر سلسلے حضرت علیؑ پر منتہی ہوتے ہیں، لہٰذا زیادہ مناسب یہی ہے کہ اسلامی عرفان وتصوف کے آثار و ارکان نہج البلاغہ میں اور مناجات ودعاؤں میں تلاش کئے جائیں، جن مفکرین نے نہج البلاغہ اور حضرت علیؑ کی دعاؤں سے ہٹ کر اسلامی تصوّف پر کام کیا ہے، انہیں اسلامی عرفان میں بھی کہیں ویدانت کے اثرات دکھائی دیئے ہیں، تو کہیں یونانی اور رہبانیت کے آثار نظر آتے ہیں۔ اے ۔جے۔ آر بری کی تحقیق کے مطابق سرولیم جان پہلا یورپی دانشور ہے، جس نے تصوف کو ویدانت کے زیر اثر بتایا ہے۔ اور ۱۹۶۰ میں ایک جرمن مفکر رچرڈ ہارٹمن، نے بھی تصوّف پر ہندوستانی اثرات کا راگ الا پا ہے، تو الفرڈ دان کریمر نے ۱۸۸۶ء میں اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں تصوف نے مسیحیت کا اثر قبول کیا۔ حالانکہ پروفیسر براؤن نے وان کریمر کی اس رائے پر بحث کرتے ہوئے اس نظریئے کی مکمل تردید کی ہے۔ اسی طرح ایک ڈچ اسکالر ڈوزی نے ۱۸۷۹ء میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تصوف ایرانیوں کی دین ہے اور فتح ایران سے قبل بھی ایران میں تصوف موجود تھا جس نے بعد میں اسلامی تصوف کی شکل اختیار کرلی۔ گوکہ ضیاء احمد بدایونی نے اس نظریے کی وجہ بیان کرتے ہوئے تردید بھی کی ہے۔

عرفان اسلامی کی کڑیاں قرآن شریف کی آیات اور احادیث رسولؐ سے بھی جوڑی جاتی ہیں، جو بالکل صحیح ہے۔اور کسی بھی طور پر غلط نہیں۔لیکن جب ایک دوسلسلوں کے علاوہ تمام تصوف کے سلسلے حضرت علیؑ پر منتہی ہوتے ہیں تو عرفان وتصوف کے چشموں کو بھی'' باب شہر علم نبیؐ'' کے ہی کردار، گفتار، افعال، خطبات، دعا اور مناجات کے آئینے میں دیکھنا زیادہ درست ہوگا۔ یوں بھی مولا علیؑ کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں ہے جو سیرت نبی کا آئینہ دار نہ ہو، اور نہ ہی تمام زندگی کوئی ایسا جملہ آپ کی زبان سے ادا ہوا جو قرآنی آیات کے منافی ہو۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:'' علی منّی وانامنه '' مولا علیؑ کے افعال کی پاکیزگی اور خدا پرستی کی گواہی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ دشمنوں کی زبان پر ہی نہیں بلکہ ایک بڑا خاندانی دشمن، امیر شام معاویہ، بھی اس پاکیزہ کردار کا گواہ نظر آتا ہے، جیسا کہ کتاب خلفائے راشدین کے صفحہ ۳۵۶ پر تحریر ہے:

''امیر شام کے اصرار پر ضرار اسدی نے جوان کے اوصاف بیان کئے، ان میں ان کی خشیت الٰہی اور ترک دنیا کے بارے میں بتایا کہ'' میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے ان کو بعض معرکوں میں دیکھا کہ رات گذر چکی ہے ستارے ڈوب چکے ہیں۔ اور وہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ایسے مضطرب ہیں جیسے مار گزیدہ مضطرب ہوتا ہے اور اس حالت میں وہ غمزدہ آدمی کی طرح رورہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے دنیا! مجھ کو فریب نہ دے دوسرے کو دے، تو مجھ سے کیوں چھیڑ چھاڑ کرتی ہے یا میری مشتاق ہوتی ہے؟ افسوس! افسوس! میں نے تجھ کو تین طلاقیں دے دی ہیں، جس سے رجعت نہیں ہوسکتی۔ تیری عمر کم اور تیرا مقصد حقیر ہے آہ! زادِ راہ کم اور سفر دور دراز کا ہے، راستہ وحشت خیز ہے''۔ یہ سن کر امیر شام رو پڑے اور فرمایا: خدا ابوالحسنؑ پر رحم کرے۔ خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔''

تصوف کی تعریف پر نظر ڈالیں تو اس ذیل میں معروف کرخی جو امام رضاؑ سے بیعت تھے، فرماتے ہیں:

" التّصوف الاحذ بالحقائق والیاس مما فی ایدی الخلائق"[۱۰]

ترجمہ: تصوف حقائق کا حصول اور خلائق کے مال ومتاع سے یاس ہے۔

یہ تعریف نہج البلاغہ کے اکثر کلمات سے ماخوذ ہے، جن میں سے چند اس طرح ہیں:

۱ **المال مادة الشهوات:** مال خواہشات کا سرچشمہ ہے۔

۲ **من اطال الامل اسآء العمل**[۱۱]: جو طولانی امیدیں رکھے گا، وہ اپنے کردار تباہ کردیگا۔

ابوالحسن نوری فرماتے ہیں:

التّصوف ترک کل حظ للنفس:[۱۲] نفسانی لذتوں کا ترک کردینا تصوف ہے

نہج البلاغہ میں تحریر ہے۔[۱] **فمن اشتاق الجنّة سلا عن الشهوات:** [۱۳] جو شخص جنت کا مشتاق ہوتا ہے، وہ خواہشات سے الگ ہوجاتا ہے۔

۲ **من کرمت علیه نفسه هانت علیه شهواته** [۱۴] جسے اپنا نفس معزز معلوم ہوگا، خواہشات نفس اس کے لئے حقیر ہوں گے۔

ابوعمر دامشقی اس طرح رقمطراز ہیں:

"التّصوف رویة الکون بعین النقص بل محض الصرف عن الکون"[۱۵]

تصوف نام ہے دنیا کی طرف نقص کی نگاہ سے دیکھنے کا، بلکہ سرے سے نہ دیکھنے کا۔

(نهج البلاغه) فمن احب الدنيا وتولاها ابغض الآخرة وعاداها"[۱۶]

پس تو جو آدمی دنیا کو چاہتا ہے وہ اس سے محبت کرتا ہے وہ آخرت سے دشمنی رکھتا ہے۔

ایک دوسری جگہ ہے:

طوبیٰ للزاهدين فی الدّنيا والراغبين فی الآخره[۱۷]

دنیا سے کنارہ کشوں اور آخرت سے رغبت رکھنے والوں کا کیا کہنا!

مثل الدّنيا كمثل الحيّة لين مسها۔[۱۸]

دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے

مندرجہ بالا وہ چند مثالیں ہیں، جو اہل تصوف نے نہج البلاغہ سے اخذ کی ہیں، ورنہ تصوف کی تمام تعریفیں نہج البلاغہ سے ماخوذ ہیں، طوالت کے باعث یہاں ان سے گریز کیا جاتا ہے۔

اب ان احکام پر نظر ڈالی جارہی ہے، جو صوفیوں کے کردار کو نکھارتے ہیں۔ ان میں پہلا رکن ''ذکر'' ہے یعنی اللہ کا ذکر کرنا، عام طور پر اللہ کے ننانوے(۹۹) صفاتی نام لئے جاتے ہیں۔ مگر حضرت علیؑ نے اپنی دعاؤں میں اللہ کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ یہ صفاتی نام لا تعداد نظر آتے ہیں۔ صرف دعائے مشلول میں ہی ایسے کتنے صفاتی نام موجود ہیں، جو مشہور نام بھی ہیں اور جدا گانہ بھی مثلاً۔

" يا ذالجلال والاكرام يا حيّ يا قيّوم...، يا ذالملك والملكوت ، يا ذالعزت والجبروت يا ملك يا قدّوس يا سلام يا مومن يا مهين يا عزيز يا جبّار يا متكبّر يا خالق يا باری يا مصوّر يا مفيد يا مدبّر يا شديد يا مبدی يا معيد يا مبيد يا ودود يا محمود يا معبود يا بعيد يا قريب يا مجيب يا رقيب يا حسيب يا بديع يا رفيع يا منيع يا سميع يا عليم يا حليم يا كريم يا حكيم يا قيّوم يا على يا عظيم يا حنّان يا منّان يا ديان يا مستعيان يا جليل يا جميل يا وكيل يا كفيل يا مقبل يا منيل يا نبيل يا دليل يا هادی يا بادی يا اول يا آخر يا ظاهر يا باطن يا قائم يادائم يا عالم يا حاكم يا قاضی يا عادل يا فاصل يا واصل ياطاهر يا مطهّر ويا قادر يا مقتدر يا كبير يا متكبّر يا واحد يا احد يا صمد ...يا سامخ يا بارخ يا فتّاح يا نفّاح يا مرتاح، يا مفرّج يا ناصر يا منتصر يا مدرک يامهلک يامنتقم، يا باعث يا وارث يا طالب يا غالب... يا توّاب يا اواب يا وهاب ... يا ظهور يا شكور يا غفور.... يا لطيف يا خبير يا مجير

یا منیر یا بصیر یا ظهیر یا وتر یا فرد یا ابد یا سند یا صمد یا کافی یا شافی یا وافی یا معافی یا محسن یا مجمل یا منعم یا مفضل یا متکرم....."

اسی طرح تقریباً سوا سو ناموں کا واسطہ دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اتنے ہی مرکب نام خدا کے ذکر میں شامل ہیں۔

دعای مشلول کی طرح دعای کمیل میں بھی امیر المومنین حضرت علیؑ نے اللہ کے ذکر اور یاد کا ایک الگ طریقہ اپنایا ہے، جو اہلِ تصوف میں رائج ہوا۔

''۱- نعمت کا واسطہ جو ہر شئی سے بڑھی ہوئی ہے ۲- تیری اس عظمت کا واسطہ دیکر سوال کرتا ہوں جس سے ہر چیز پُر نظر آتی ہے ۳- اسی ذات کا واسطہ جو ہر شے کے فنا ہوجانے کے بعد باقی رہے گی۔ ۴- اس علم کا واسطہ جو ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ۵- اس نور کا واسطہ جس کی وجہ سے ہر چیز میں چمک دمک ہے۔ ۶- میں تیری یاد کے ذریعہ سے تیری حضوری میں تقرب چاہتا ہوں۔ ۷- میرے لئے اپنا قرب زیادہ کر اور اپنی یاد میرے دل میں ڈال۔ ۸- جو کچھ میرا حصہ مقرر کیا ہے اس پر میں راضی رہوں اور قناعت کروں۔ ۹- اور ہر حالت میں تیرے بندوں سے بتواضع پیش آؤں۔ ۱۰- تیری حکومت سے بھاگ کر نکل جانا ممکن نہیں۔ ۱۱- میرا تیرے سوا اور ہے کون جس سے میں اپنی مصیبت کے دور کرنے کا اور اپنے معاملے میں غور کرنے کا سوال کروں۔ ۱۲- بعد اس کے کہ میرا دل تیری محبت میں سرشار ہو چکا ہے اور میری زبان تیری یاد میں چل رہی ہے اور میرا دل تیری محبت کی گرہ باندھے ہے۔ ۱۳- میں تیرا ایک کمزور، ذلیل، حقیر، مسکین اور عاجز بندہ ہوں۔ ۱۴- مجھے تیری ہی خدمت کرتے رہنے میں دوام حاصل ہوجائے۔ ۱۵- میرے ہاتھ پاؤں کو اپنی خدمت کے لئے مضبوط اور اسی ارادے کے لئے میرے قلب کو مستحکم کردے۔ ۱۶- مدام تیری خدمت میں لگا رہوں۔ ۱۷- اور تیرا قرب حاصل کرنے کا اشتیاق رکھنے والوں کا سا شوق مجھے بھی حاصل رہے اور تیرے جناب میں اخلاص رکھنے والوں کی سی نزدیکی مجھے بھی حاصل ہوجائے۔ ۱۸- میری زبان کو اپنی یاد میں چلتا رکھ اور میری زبان کو اپنی محبت میں مستغرق فرما۔''

مندرجہ سبھی جملے آئین صوفیاء کا سرمایہ ہیں، اور تصوف وعرفان کی تمام منزلیں اس دعا میں مضمر ہیں۔

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جتنی اسلامی صفات، مشاہدات، بیانات اور اعمال صوفیاء میں نظر آتے ہیں، وہ سب کے سب تنہا مولا علیؑ کی ذات، کردار، افعال اقوال، دعا و مناجات اور مشاہدات

سے ماخوذ ہیں۔ اسی لئے حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت کو سرچشمہ عرفان مانا گیا ہے۔

حوالے:

۱۔فیروز اللغات از مولوی فیروز الدین لاہور جنوری ۱۹۳۱ ص ۱۳۴

۲۔القرآن الکریم ترجمہ مولانا حافظ سید فرمان علی عباس بک ایجنسی لکھنؤ سورہ ۸۷ آیت ۱۸،۱۹،۱۲۱ ص ۹۴۴ سورہ ۴ آیت ۱۶۳

۳۔ایضاً

۴۔فرہنگ فارسی امروز از غلام حسین صدری افشار چاپ دوم فروردین ۱۳۷۵،گلشن

۵۔دائرہ معارف علوی بخش اول ص ۶۶

۶۔ایضاً ص ۶۵

۷۔مروج الدھب از مسعودی طبع مصر ۱۳۴۶ھ جلد نمبر ۲۔ص ۴۵

۸۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید طبع مصر جلد نمبر ۱ ص ۸

۹۔ایضاً

۱۰۔تصوف اسلام اور اس کی تاریخ از ڈاکٹر محمد شکیل صدیقی مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ ۱۹۷۴ ص ۶

۱۱۔نہج البلاغہ تدوین سید رضی باہتمام سید محمد جعفر رضوی احباب پبلشرز لکھنؤ ۱۹۷۸ ص ۹۱۱

۱۲۔ایضاً ص ۹۰۷

۱۳۔تصوف اسلام اور اس کی تاریخ مذکور ص ۷

۱۴۔نہج البلاغہ مذکور ص ۹۰۵

۱۵۔تصوف اسلام اور اس کی تاریخ مذکور ص ۷

۱۶۔نہج البلاغہ مذکور ص ۹۹۳

۱۷۔ایضاً ص ۹۴۸

۱۸۔ایضاً ص ۹۲۵